گذشتہ سے پیوستہ :

تاریخِ طبری کے ماخذ

(۱۴)

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی کالج، دہلی ۶

غرر اخبار الفرس | ابن المقفع کی کتاب سیر الملوک کے اقتباسات ہم ایک مطبوعہ کتاب میں بھی پاتے ہیں اور وہ ہے ابوالمنصور عبدالملک بن اسماعیل الثعالبی متوفی ۴۲۹ھ کی کتاب غرر اخبار الفرس وسیرہم ـــــ یہ بھی ہمیں الطبری کے ماخذ کی نشان دہی کرنے میں مفید ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ الثعالبی نے اس سے نقل کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔ لہٰذا ان اقتباسات اور تاریخ طبری کے بیانات کا مقابلہ کرنا بھی یہ جاننے کے لئے کارآمد ہو سکتا ہے کہ الثعالبی کے بیانات، جو طبری سے تقریباً ۱۱۹ سال بعد مرا ہے، کس حد تک تاریخ طبری کے نسخہ مطبوعہ سے مطابقت کرتے ہیں کتاب غرر اخبار الفرس وسیرہم میں فارس کے اخبار بہت کثرت سے ہیں، جو طبری کے ہاں نہیں ہیں، اس سے یہ ظاہر ہے کہ اس کے مولف نے الطبری سے

ل العماد : الشذرات ۳/۲۴۶ ۔ الدمیری : الحیوان ۱/۱۶۳ ۔ ابن خلکان : الوفیات ۱/۳۶۵
Ency. vol II P. 73, WUSTENFELD, Gesch. No. 191
BROCKELMANN I, S. 284, Suppl I, S. 499

زیادہ کتاب سیر الملوک سے فائدہ اٹھایا یا پھر کسی ایسی کتاب سے اخذ کیا جو الطبری کی دسترس سے باہر تھی۔ یہ اصل عربی متن مع فرانسیسی ترجمے کے ایچ۔ زوتنبرگ H. ZOTENBERG نے پیرس سے چھپوا دیا ہے۔[1]

تاریخ طبری سے جو کچھ لیا ہے اس کے سوا بھی الثعالبی نے کچھ مآخذ سے فائدہ اٹھایا ہے جن کے ناموں کی طرف وہ اشارہ کرتا ہے یا اُن کے مصنفین کے نام بتاتا ہے مثلاً ابن خرداذبہ، یعنی ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ (متوفی اواخر تیسری صدی ہجری) کی کتاب التاریخ[2] —— ابن خرداذبہ کی دوسری تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی زمانے کے ہاتھوں تاراج ہوگئی۔ اس کی صرف ایک تصنیف کتاب المسالک والممالک ہم تک پہنچی ہے جو عربی زبان میں "ٹوپوگرافی" (جغرافی نقشہ سازی) کے موضوع پر نہایت اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ چوں کہ اس کا مولف الجبل میں محکمہ ڈاک اور خبر رسانی کا افسر تھا اس لیے سرکاری کاغذات سے اور اپنی ملازمت کے تجربات سے اس نے فاصلوں اور راستوں کے بارے میں اہم معلومات حاصل کر لی تھیں[3] وہ خلیفہ المعتمد کا ندیم بھی رہا اور اسی سے یہ کتاب منسوب کی۔

ابن الندیم نے اس کی تالیفات میں ادب السماع، کتاب جمہرۃ انساب الفرس، النوافل، کتاب الطبیخ، کتاب اللہو والملاہی، کتاب الشراب، کتاب الانواء، اور کتاب الندماء والجلساء

---

[1] غرر اخبار ملوک الفرس وسیرہم Historie des Rois des Perses Par Abou Mansour Abd al-Malik ibn Mohammad ibn Ismail At-Tha'a libi Texte Arabe publie et Traduit Par H. Zotenberg Paris MDCCCC

[2] حاجی خلیفہ اس کی وفات ۳۰۰ھ میں بتاتا ہے۔ رک: انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲/۳۹۸ بروکلمان ۱/۲۲۵ ضمیمہ ۱/۴۰۳-۴۰۴۔

[3] Ency. Vol. II p 398, de Goeje: Bibl. Geogr Arab VI

کا بھی ذکر کیا ہے[1]۔ ابو الفرج احمد بن الطیب السرخسی جو بلند پایہ ادیب اور کثرت سے روایت کرنے والا شخص ہے[2] اس سے ایک کتاب تاریخ الامم قبل الاسلام کے موضوع پر بھی منسوب کرتا ہے۔ اس کی طرف التنوخی نے اشارہ کیا ہے[3]۔

شاید یہ وہی کتاب ہے جس سے الثعالبی نے اخذ کیا ہے اور اس کا نام کتاب التاریخ بتاتا ہے[4]۔ گانے والوں سے متعلق اس کی ایک تصنیف کا ذکر ابو العلا المعری بھی کرتا ہے اور اس کا نام طبقات المغنین بتاتا ہے[5]۔ لیکن ابو الفرج الاصفہانی نے اس کی تنقیص کی ہے اور اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ "وہ جو کچھ کہتا ہے یا اس کی کتابوں میں ملتا ہے کم سے کم قابل قبول ہے[6]"۔ البتہ المسعودی اس کی تعریف کرتا ہے اور ایک موقع پر اس کے بارے میں اچھی رائے ظاہر کی ہے[7] اگرچہ دوسری جگہ اس کے خلاف بھی لکھا ہے[8]۔ اس سے موسیقی

---

۱ الفہرست/۲۱۲-۲۱۳ ۲ الفہرست/۲۱۳۔ ابن الندیم نے اس کی تصانیف میں کتاب السیاسة، کتاب المسالک والممالک، کتاب ادب الملوک اور کتاب الدلالة علی اسرار الغنا، گنوائی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۸۲ھ میں ہوا۔ یہ یعقوب بن اسحاق الکندی کا دوست تھا۔ بغداد کا محکمہ احتساب اس سے متعلق تھا۔ یہ فلسفہ میں بھی اہم حیثیت رکھتا ہے۔ فلسفہ و اخبار کے موضوعات پر اس کی متعدد اچھی تصانیف ہیں۔ (المروج ۴/۱۹۲ نشوار المحاضرہ/۶۵۔ الاغانی، جلد ۱/۱۹ Suppl. I S 404 Ency, II. p. 348

۳ نشوار المحاضرہ/۶۵ BROCKELMANN: Suppl. I. S. 404

۴ "ابن خرداذبہ اپنی کتاب، کتاب التاریخ میں ذکر کرتا ہے۔" غرر اخبار الفرس/۱۳۰

۵ بروکلمان (ضمیمہ)/۴۰۴۔ رسالہ الغفران ۲/۷۹ ۶ کتاب الاغانی ۵/۱۵۶ (طبع دار الکتب المصریہ) ۳/۵ (طبع مطبع التقدم لنسخہ الشنقیطی) ۷ "ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن خرداذبہ اپنی کتاب المسالک والممالک میں کہتا ہے، جو ہمارے زمانے کے عوام و خواص میں مقبول ترین اور اہم کتاب ہے..." التنبیہ والاشراف/۷۵ (طبع لیدن)۔ الاغانی ۵/۱۵۷ (طبع دار الکتب المصریہ)۔ ۸ بروکلمان (ضمیمہ)/۴۰۴

اورطرب کے موضوع پر کچھ جوابات کی روایت بھی کی گئی ہے جواس نے خلیفہ المعتضد کے سوالوں پر دیئے تھے[۱]۔ یہ عین ممکن ہے کہ الطبری نے ابن خردازبہ کی تاریخ اور اس کی دوسری تصانیف سے بھی نقل کیا ہو۔

الثعالبی نے طہماسپ[۲]، زردشت[۳]، بہمن بن اسفندیار[۴] اور سکندر[۵] کے حالات لکھتے ہوئے ابن خردازبہ کی روایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ الثعالبی نے ابن خردازبہ سے جو کچھ نقل کیا ہے اور الطبری نے جو اپنی تاریخ میں لکھا ہے دونوں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض باتوں میں ابن خردازبہ منفرد ہے اور الطبری ان کا ذکر نہیں کرتا اس سے پتا چلتا ہے کہ الثعالبی نے کسی ایسے ماخذ سے یہ معلومات لی ہیں جس سے الطبری نے استفادہ نہیں کیا۔

الثعالبی نے حمزۃ الاصبہانی کی کتاب تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء[۶] سے بھی نقل کیا ہے۔ حمزۃ الاصبہانی لغت و ادب میں متعدد کتابوں کا مصنف ہے اس نے اصفہان کی تاریخ پر بھی ایک کتاب لکھی تھی جسے یاقوت الحموی نے دیکھا تھا اور اس سے استفادہ بھی کیا ہے[۷]۔ لیکن یہ مؤلف کتاب "تاریخ سنی ملوک الارض والانبیاء" ہی کی بدولت معروف ہے اور اسی سے یورپ میں متعارف ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ غالباً وہ پہلا مولف ہے جس کی کتاب یورپ میں شائع ہوئی۔ اس کی بعض کتابیں صرف لائبریریوں کی زینت ہیں اور کچھ کتابوں کے محض اقتباسات ملتے ہیں جن کے بارے میں ہمیں ان کے نام کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے[۸]۔ مستشرق میتوخ نے لغت و

۱۔ المروج ۴/۱۵۷ ۲۔ الغرر/۱۳۰ ۳۔ الغرر/۲۵۷ ۴۔ مصدر/۲۷۸
۵۔ ایضاً/۴۱۵، ۴۴۴، ۴۵۸ ۶۔ "حمزۃ الاصبہانی کا خیال ہے کہ لفظ 'برید' ذنب برید کا معرب ہے" الغرر/۳۹۸ ۷۔ الارشاد ۳/۸۲
۸۔ بروکلمان (ضمیمہ)/۲۲۱۔ حمزہ کی تصانیف میں ایک درجن کتابوں کے نام مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں "دیوان ابی نواس، کتاب الخصائص والموازنہ بین العربیہ والفارسیہ، رسالہ الاشعار السائرہ فی النیروز والمہرجان" (حمزہ بن الحسن الاصبہانی نے اپنے رسالہ فی الاشعار السائرہ فی النیروز والمہرجان میں اس کا ذکر کیا ہے" البیرونی: الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ/۳۱)

ادب میں حمزہ کی تصانیف پر تحقیقات کی ہے[1]۔

المقدسی | الثعالبی نے ایک اور کتاب سے بھی استفادہ کیا ہے یہ المقدسی کی کتاب البدء و التاریخ ہے۔ اس کا حوالہ مانی کے بیان میں ملے گا[2]۔ مقدسی کا نام المطہر بن طاہر ہے، مگر المقدسی کے لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ اس نے سامانی حکومت کے وزیروں میں سے کسی کی فرمائش پر ۳۵۵ھ میں ایک تاریخ لکھی تھی جس کا نام کتاب بدء الخلق و التاریخ رکھا تھا اور یہی غالباً وہ کتاب ہے جس سے الثعالبی نے مانی کا قصہ نقل کیا ہے۔ اس کے بارے میں بروکلمان لکھتا ہے کہ ایک بے ترتیب کتاب ہے اس میں تاریخ اور تاریخ مذہب سے متعلق مفید مواد ہے اور اس کے اقتباسات دوسری کتابوں میں بھی مل جاتے ہیں[3]۔

فارسی نظم میں مسعودی مروزی کا قصیدہ بھی اُن مصادر میں شامل ہے جن سے الثعالبی نے اخذ کیا ہے[4]۔ یہی حال شاہ نامہ کا ہے۔ اس کی طرف وہ دو مواقع پر اشارہ کرتا ہے مثلاً "وقال صاحب کتاب شاہنامہ[5]" لیکن اس کے مصنف کا نام نہیں لیتا، ایسی صورت میں اس کی مراد کون سے شاہنامے سے ہوسکتی ہے؟ کیا یہ شاہ نامہ فردوسی ہے یا ابو علی محمد بن احمد بلخی[6] کا شاہ نامہ ہے، یا کوئی اور ہے؟

البیرونی کا بیان ہے کہ ابو علی محمد بن احمد بلخی نے اپنے شاہ نامے میں لکھا ہے کہ میں نے

---

[1] E. MITTWOCH in Mittei d. Semi f. orient Sprachen 1909 Abt II 109 (XII, 1-60) See Litter. tati, Hamza Ency. II, p256

[2] الغرر/ ۵۰۱ [3] بروکلمان (ضمیمہ) /۲۲۲

[4] الغرر/ ۱۰، ۳۸۸ [5] الغرر/ ۲۶۳، ۴۵۷

[6] BROWNE: A Literary History of Persia II, 129
NOLDEKE: Iranni Natio II. S. 150

ان کے واقعات کی صحت عبداللہ بن المقفع کی کتاب سیر الملوک کے علاوہ محمد بن الجہم البرمکی، ہشام بن قاسم، بہرام بن مردانشاہ (موبذ مدینۃ سابور) اور بہرام بن مہران الاصبہانی کی کتابوں سے کرلی تھی پھر اس کا مقابلہ بہرام ہروی مجوسی کے بیانات سے کیا۔[1] اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان سب اشخاص نے کتاب سیر الملوک کو عربی زبان میں منتقل کردیا تھا اور ان سب کتابوں کی روایات ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ خود حمزۃ الاصبہانی بھی اس رائے کی تائید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: موسی بن عیسی الکسروی سے نقل ہے: میں نے کتاب خداینامہ دیکھی یہ فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہے اور تاریخ ملوک الفرس کہلاتی ہے۔ اس کتاب کے نسخوں کو میں نے متعدد بار اور بالاستیعاب دیکھا اور ہر نسخے کو دوسرے سے مختلف پایا۔ حتیٰ کہ دو نسخے بھی یکساں نہیں ملے۔ یہ غالباً ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے میں مترجموں کے اشتباہ کے باعث ہوا ہے[2]۔" آگے چل کر لکھتا ہے: "چنانچہ یہ باب لکھنے کے لیے ضروری ہوا کہ میں اس کے مختلف نسخے فراہم کروں۔ اتفاق سے آٹھ نسخے مجھے دستیاب ہوئے یعنی کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ ابن المقفع، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ محمد بن الجہم البرمکی، کتاب تاریخ ملوک الفرس جو المامون کے خزانے سے برآمد ہوئی تھی، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصبہانی، کتاب سیر ملوک الفرس ترجمہ یا ترتیب محمد بن بہرام بن مہریار الاصبہانی، کتاب تاریخ ملوک بنی ساسان مترجمہ یا مرتبہ ہشام بن قاسم الاصبہانی، اور تاریخ ملوک بنی ساسان اصلاح کردہ بہرام بن مردانشاہ جو فارس کے شہر شاپور میں ایک آتشکدہ کا موبد تھا۔ جب یہ سب نسخے فراہم ہوگئے تو میں نے ایک ایک کی روایت کو پرکھ کر اس باب کا حق ادا کیا[3]۔"

حمزہ بیان کرتا ہے کہ بہرام بن مردانشاہ موبذ شاپور کہتا ہے کہ میں نے کچھ اوپر بیس نسخے

---

[1] الآثار الباقیہ/۹۹ (طبع سخاؤ) EDUARD SACHAU, Leipzig 1878

[2] حمزہ/۱۵ [3] حمزہ/۹، ۱۰

خداینامہ کے جمع کیے پھر ان کی مدد سے اہلِ فارس کی تاریخ ابوالبشر کیومرث سے لے کر حکومت عربوں کو منتقل ہونے تک لکھی[1]۔ ان اقوال سے اور جو ان سے ملتی جلتی باتیں تاریخی کتابوں میں ملتی ہیں اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے کہ کتاب خداینامہ یا خداینامک کے متعدد نسخے تھے اور ان میں بہت اختلاف پایا جاتا تھا۔ لیکن ایسا کیوں ہوا ؟

کیا یہ اس وجہ سے ہوا کہ خداینامک کے اصلی نسخے مختلف تھے اور ان کی متعدد روایات ملتی تھیں اور نقل کرنے والے ان میں گڑبڑ کرتے رہے یا بعضوں نے ان روایات میں کتر بیونت کردی پھر وہ اسی حالت میں عرب مترجموں کے ہاتھ لگے۔ یا اس کا سبب ان ناقلوں کی سمجھ کا پھیر ہے کہ وہ فارسی زبان سے اچھی طرح بلد نہ تھے اور ان کے فارسی زبان سے واقفیت کے مدارج مختلف تھے۔ اور اسی کی بنا پر تراجم میں یہ اختلاف پیدا ہوگیا۔ حمزہ نے تو اس کا سبب عرب مترجمین کا اشتباہ قرار دیا ہے وہ کہتا ہے: "میں نے کتاب خداینامہ دیکھی، یہ وہی کتاب ہے جو عربی زبان میں ترجمہ ہونے کے بعد تاریخ ملوک الفرس کہلاتی ہے۔ میں نے اس کے متعدد نسخوں کو بار بار دیکھا اور جانچ پڑتال کی تو معلوم ہوا کہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں حتیٰ کہ ایک دو نسخے بھی ایک جیسے نہیں ملے اور یہ غالباً ترجمہ کرنے والوں کے اشتباہ کی وجہ سے ہوا ہے[2]"

لیکن میرے نزدیک ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اشتباہ ہونا اس اختلاف کا سبب نہیں ہوسکتا جیسا کہ حمزہ بیان کرتا ہے۔ اس صورت میں تو ہر اس کتاب میں اختلاف پایا جانا ضروری ہو جائے گا جو کسی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی گئی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس کے اصلی نسخے پہلوی زبان میں ہی مختلف الاصل رہے ہوں گے ان میں کچھ مختصر تھے کچھ مطول۔ کچھ ایسے تھے جن میں اضافات ہوئے اور کچھ وہ تھے جن میں کتر بیونت ہوئی یا نقل نویسوں کی بے پروائی نے کچھ کا کچھ کر دیا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عربی میں جو کچھ سیر الملوک کے عنوان سے

---

[1] حمزہ/۱۹ [2] حمزہ/۱۵

پیش کیا گیا ہے وہ سب کا سب خدا ینامہ سے من وعن ماخوذ نہ ہو بلکہ سیر الملوک کے موضوع پر کسی دوسری کتاب سے حاصل کیا گیا ہو، ایسی بہت سی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں جنھیں مترجموں نے سیر الملوک یا سیر ملوکِ العجم کا نام دے دیا تھا خلاصہ کلام یہ کہ اب اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہا جائے وہ محض قیاس اور اٹکل ہے۔ کیوں کہ اصل کتابیں تو ناپید ہیں، ترجمے بھی ضائع ہو گئے، اس لیے بصورت موجودہ علمی نتائج کا استخراج ممکن نہیں رہا۔

بظاہر فردوسی اور الثعالبی نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے جو فارسی جدید میں لکھی گئی تھیں۔ یہ کتابیں بھی بہت سے موقعوں پر اپنی روایتوں میں اختلاف رکھتی ہیں اور اسی لیے الطبری کے بیانات سے بھی مختلف ہیں۔ نولدکی کا خیال ہے کہ[1] ابن قتیبہ نے کتاب خدا ینامہ کے اصلی ترجمے سے فائدہ اٹھایا ہے جو ابن المقفع کا کیا ہوا تھا دوسرے سب مورخوں نے ترجمہ ابن المقفع کے جدید نسخے استعمال کیے اس لیے روایات کا اختلاف پیدا ہو گیا۔

کسی مورخ نے سنہ کی صراحت کے ساتھ نہیں لکھا کہ ابن المقفع نے کتاب خدا ینامہ کا ترجمہ کب کیا۔ اس لیے ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کتاب عہد اموی میں ترجمہ ہوئی یا عہد عباسی میں۔ اموی خلفا کتب تاریخ کے مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے اور میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ معاویہ بن ابی سفیان ملوک سابق کے حالات وقصص سننے کے شوقین تھے۔ انھوں نے عبید بن شریہ کو[2] پرانے قصے اور حالات رات کے وقت سنانے کے لیے مامور کیا تھا۔

---

[1] Ency. Vol IV p 180

NOLDEKE: Geschi der Perper Und Araber S xxI

[2] اخبار عبید بن شریہ الجرھمی فی اخبار الیمن واشعارہا وانسابہا۔ (طبع حیدر آباد دکن)